مسلمان اور ہندوستانی یورپ

ایک اہم اصولی بحث

از

ابو الحسن علی ندوی

ناشر

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوۃ العلماء

لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

ناشر:۔ ... . مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

تعداد ۔ .. .. .. ایک ہزار (۱۰۰۰)

طابع .. .. تنویر پریس، لکھنؤ

ماہ نومبر سنہ ۱۹۶۱ء

ملنے کا پتہ

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مسلمان اور ہندوستانی پوروج

ایک اہم اصولی بحث

:از:

أبو الحسن علی ندوی صدر مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

یو۔پی کے سابق وزیر اعلیٰ اور مرکزی حکومت کی مقرر کردہ "جذباتی ہم آہنگی" کمیٹی کے چیرمین شری سمپور نانند نے ۹ ستمبر کو لکھنؤ میں پنڈت پنتھ کے یادگار لکچروں کے سلسلہ میں جو تقریر کی، اس کی جو رپورٹ اخباروں میں شائع ہوئی، اس کا ایک اہم ٹکڑا یہ تھا:۔

"مسٹر سمپورنانند نے یہ بات زور دے کر کہی کہ ہندستانی مسلمانوں میں ننانوے فی صدی سے زیادہ وہ لوگ ہیں جو ہیں کہ ہندوؤں کی اولاد ہیں، جنھوں نے بعد میں اسلام قبول کرلیا تھا، لیکن افسوس ہے کہ وہ اپنے اصل اجداد کے کارناموں سے ناواقف ہیں، وہ ان اجداد سے واقف ہونے کی فکر بھی نہیں کرتے، نہ تو وہ ان کو پہچانتے ہیں اور نہ اُن کے عظیم کارناموں پر فخر محسوس کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ اگر ایرانی مسلمان اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

غیر مسلم اجداد پر فخر کرسکتے ہیں اور اُن کے کارناموں میں اپنی عظمت محسوس کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہندستانی مسلمان اپنے اجداد اور ان کے کارناموں پر فخر نہ کریں، ہندستانی مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ رام، کرشن اشوک اور دوسرے بڑے ہندستانی سپوتوں کو اپنا اجداد تسلیم کریں اور اُن کی تعظیم کرنا اور اُن کے کارناموں پر فخر کرنا سیکھیں"۔

(نیشنل ہیرالڈ، ۱۰ ستمبر ۱۹۶۱ء)

سمپورنانند جی نے اس کے بعد بھی اپنی بعض دوسری تقریروں اور مضامین میں اس خیال کا اعادہ فرمایا، ان کے علاوہ مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر کاٹجو نے حمیدیہ کالج بھوپال کے منصوبہ بندی ہفتہ کا افتتاح کرتے ہوئے جو تقریر کی اُس میں بھی سمپورنانند جی کے خیالات کو دُہرایا اور ہندستان کی واجب الاحترام شخصیتوں کی فہرست میں دو مزید نام مہارانا پرتاب اور شیواجی کا اضافہ کیا، انھوں نے بھی یہی بات فرمائی "کہ مسلمان دراصل پہلے ہندو ہی تھے، وہ ہمارے پُرکھوں کی اولاد ہیں" انھوں نے حاضرین کو (جن میں بڑی تعداد مسلمانوں کی بھی تھی) مخاطب کرکے کہا کہ سومنات، چتوڑ اور دوسرے استھانوں پر جائیے، آج کے تیرتھ استھانوں گاندھی ساگر ڈیم وغیرہ کے تیرتھ نامکمل ہیں، اگر آپ نے چتوڑ وغیرہ کی یاترا نہ کی۔

سمپورنانند جی نے جو ایک صاحب علم اور صاحب فکر انسان ہیں اور جو عرصہ تک علمی اور تعلیمی دنیا سے متعلق رہ چکے ہیں اور اس وقت ملک کی اس اہم مجلس کے صدر ہیں جس کا ہندستان جدید کی تشکیل میں مؤثر حصہ ہوگا، یہ بات بار بار سنجیدگی سے کہی ہے کہ اس کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اُنھوں نے یہ بات علمی اور تاریخی انداز میں

کہی ہے، اگر ہم ڈاکٹر کاٹجو کی تقریر کو جو جذباتی اور خطیبانہ عناصر سے مملو ہے، زیادہ قابل توجہ نہ سمجھیں تو بھی سمپورنانند جی کے سنجیدہ مشورہ اور اظہار تعجب پر ہم کو دھیان دینا ہوگا، ہمارا اظہار خیال اگر سمپورنانند جی کو دوبارہ غور کرنے اور اپنی رائے تبدیل کرنے پر آمادہ نہ کرسکے، تب بھی ہمارے لئے ان مسلمانوں کے سامنے صحیح اسلامی نقطۂ نظر لانا ضروری ہے جو ان بیانات کو پڑھ کر صحیح رہنمائی کے طالب ہیں اور جاننا چاہتے ہیں کہ ایک سچے محب وطن شریف النفس مسلمان کا جو نسبی طور پر کسی غیر اسلامی نسل سے تعلق رکھتا ہے اپنے غیر مسلم اجداد بعید کے متعلق کیا رویہ ہونا چاہیئے اور اس کی نسلی و طبعی شرافت نیز اس کے دین و ایمان کا کیا تقاضہ ہے؟

سمپورنانند جی نے درحقیقت ایک اہم علمی و ثقافتی سوال اُٹھایا ہے جو جذبات اور وقتی سیاسی اور ملکی مسائل و مصالح سے ہٹ کر سنجیدگی کے ساتھ حل اور تشفی بخش جواب چاہتا ہے، یہ مسئلہ تنہا ہندستان کا نہیں ہے بلکہ ان تمام ممالک کا ہے جہاں مسلمان دوسری غیر مسلم اقوام اور نسلوں میں سے نکل کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہیں، یہ سب ممالک بھی اپنی قدیم تہذیب رکھتے ہیں اور ان کی تاریخ میں بھی عظیم شخصیتیں حکمران، فاتحین، اہل کمال اور عظمائے رجال گزرے ہیں جن کے کارنامے بعد کی نسلوں کو فخر کی دعوت دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں پہلی بنیادی بات یہ ہے کہ اسلام ایک مثبت اور معین عقیدہ کا نام ہے اور وہ اس کے ساتھ ایسے قلبی و روحانی تعلق کا مطالبہ کرتا ہے جو نسل و نسب، خاک و خون اور تمام مادی رشتوں پر غالب اور مقدم ہو، کسی ماضی سے وابستگی، کسی تہذیب سے شیفتگی، اور کسی عظیم شخصیت سے عقیدت و شغف کا جہاں تک تعلق ہے اس کے لئے اسلام کی

www.abulhasanalinadwi.org

طرف سے شرط یہ ہے کہ اس دور یا شخصیت کے عقائد، اسکی دعوت اور جو کارنامے اس کی طرف منسوب ہیں وہ اس بنیادی اسلامی عقیدہ اور دعوت سے مطابقت رکھتے ہوں جن کا اسلام علمبردار ہے، یہاں پر ہم کو لازماً "احترام" اور "افتخار" و "انتساب" کے درمیان فرق کرنا پڑے گا، اسلام جب ہر قوم اور ہر ملک کے نامور اور عظیم افراد کے احترام کی تعلیم دیتا ہے تو جن سے نسبی تعلق ہے ان کے احترام کی تعلیم وہ کیوں نہ دیگا؟ لیکن کسی شخصیت یا کسی دور کے احترام سے قلب و دماغ، عقیدہ و فکر، اور تہذیب و معاشرت پر وہ گہرے اثرات نہیں پڑتے جو افتخار و انتساب سے پڑتے ہیں۔ ہم دُنیا میں بہت سی چیزوں کا احترام کرتے ہیں، لیکن ہمارے اندر اُن کی تقلید اور پیروی کا جذبہ نہیں پیدا ہوتا، لیکن افتخار و انتساب ایک بڑی نازک اور وسیع ذمہ داری ہے، ہم انہی شخصیتوں پر فخر اور ناز کر سکتے ہیں، انہی کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں اور اس میں اپنا اعزاز محسوس کرتے ہیں جن کو ہم کسی حیثیت سے معیاری و مثالی اور قابلِ تقلید سمجھتے ہیں، افتخار و انتساب ایک بہت بڑی نفسیاتی تبدیلی اور ذہنی سپر اندگی ہے اور اسلام کسی شخصیت کو یہ حق اس وقت تک دینے کو تیار نہیں (خواہ اس سے کیسا ہی نسل و نسب کا تعلق ہو) جبتک کہ وہ اسکے بنیادی عقیدہ سے اتفاق نہ رکھتا ہو اور ان صفات کا حامل نہ ہو جو اسلامی عظمت کا معیار ہیں۔

کوئی انصاف پسند اور تجربہ کار انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ افتخار و انتساب کا یہ معاملہ اور کسی شخصیت کو معیاری اور واجب التقلید سمجھ لینا انسان کی فکر اور اس کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیتا ہے اور اس کے عقیدت و محبت کے مرکز کو گہرے طریقہ پر بدل دیتا ہے، اس لئے اسلام نے ان ہی شخصیتوں کو افتخار و انتساب و

معیار کامل، واجب التقلید ہستی کی حیثیت سے پیش کیا ہے، جن کے عقیدہ کی صحت، خدا کے ساتھ اُن کا تعلق، توحید کی طرف اُن کا دعوت دینا، اُن کی زندگی کا اعتدال و توازن اس کے نزدیک تسلیم شدہ ہے اور جن کی زندگی و تاریخ ایسی روشنی میں ہے کہ اُن کے عقیدہ اور مسلک زندگی کے بارے میں کسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں، قرآن شریف میں ان پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد (جو مختلف نسلوں اور ملکوں سے تعلق رکھنے کے باوجود سب) عقیدۂ توحید کے داعی اور ہدایت کے امام تھے، کہا گیا:-

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ	یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت
فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ	دی، تم بھی اُن کے طریقہ پر چلو۔

مسلمان پانچوں وقت ہر نماز میں سورۂ فاتحہ میں یہ دعا کرتا ہے

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ	ہم کو سیدھی راہ دکھا اُن لوگوں کی راہ
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ	جن پر تو نے فضل فرمایا

مسلمان تنہا ہندوستان ہی میں نہیں ہیں، اور یہ سوال تاریخ میں پہلی مرتبہ صرف انہی کے سامنے نہیں آیا، جس ملک کے قدیم باشندوں نے اسلام قبول کیا، پہلے ہی دن عملی طور پر ان کے سامنے یہ سوال آیا، ایران میں نوشیرواں و کیخسرو، رستم و سہراب، اور مانی و بہزاد کی شخصیتیں تھیں، مصر میں فراعنہ نے سیکڑوں برس تک بڑی شان و شوکت سے حکومت کی اور اپنی عظمت و قوت اور تعمیر و ذہانت و عزم کے غیر فانی نقش یادگار چھوڑے، جن پر ہر مصری کو فخر کرنے کا موقع ہے۔ قدیم شام میں فینیقی، اشوری، غسانی وغیرہ نسلوں کے بڑے باعظمت فرمانروا گزرے ہیں، تاتاری نسل کے

www.abulhasanalinadwi.org

لاکھوں مسلمان چنگیز و ہلاکو کی اولاد یا اُن کے خاندان سے ہیں، جنھوں نے ایک وقت میں ساری دنیا پر اپنی فتوحات کا سکہ بٹھا دیا تھا، لیکن اگرچہ رام، کرشن، اور اشوک کے برخلاف یہ شخصیتیں کسی مذہب کی داعی یا اور کوئی مذہبی، روحانی شہرت و عظمت نہیں رکھتی تھیں، پھر بھی قوم پرستی کے اس دور سے پہلے جو عام طور پر یورپ کے اثرات کی پیداوار ہے کبھی مسلمانوں نے ان پر فخر اور ان سے انتساب پسند نہیں کیا، زیادہ سے زیادہ جس چیز کا ثبوت مل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے کسی خاص صنف کمال یا کسی خاص کارنامہ میں ان کے امتیاز و عظمت کا اعتراف کیا، اور یہ ایک ہی ملک کے نہیں ہر ملک کے پڑھے لکھے اور انصاف پسند انسان کا فرض ہے، اس بارہ میں کسی نسل یا وطنیت یا قومیت سے اپیل کرنے، اور جذبۂ قوم پرستی کو بیدار کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ ان کے ساتھ ایک طرح کی ناانصافی اور زیادتی ہے کہ ان کے کارناموں کی عظمت کے لئے نسل و قومیت سے اپیل کی جائے۔

اسلام کی قوت اور اسکی انقلاب انگیزی کا (جس میں کوئی اُس کا شریک و سہیم نہیں) یہ کرشمہ تھا کہ نومسلموں نے ہمیشہ اپنا رشتہ اسلام سے قائم کیا، وہ فخر کے ساتھ کہتے رہے کہ اسلام نے جو کچھ ان کو عطا کیا اس کے مقابلہ میں اُن کو کسی قدیم تہذیب اور اپنے اجداد پر فخر کرنے کی ضرورت نہیں، جو اسلام کے دور سے پیشتر گزر رہے ہیں، بلکہ صحیح اسلامی روح اور ذہنیت کا اثر یہ ہے کہ اسلام سے پیشتر کے عہد کی کمزوریوں کا فراخ دلی اور صفائی کے ساتھ اعتراف کیا جائے اور اسکا اظہار کیا جائے کہ اسلام نے ہمیں ایک نئی زندگی عطا کی۔ جیسا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب

کی اس تاریخی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے جو اُنھوں نے حبشہ (ابی سینیا) کے عیسائی بادشاہ نجاشی کے بھرے دربار میں قریش کے وفد کی موجودگی میں کی، حالانکہ وہ عرب کی سب سے معزز شاخ قریش اور بنی ہاشم سے تعلق رکھتے تھے، دوسرے غیر عرب نومسلموں نے بھی بارہا اپنی تاریخ اور شعوری زندگی کا آغاز اسلام سے کیا ہے۔

ایک ایرانی نومسلم سلمان فارسی رضؓ سے اُن کا نسب دریافت کیا گیا تو انھوں نے بے تکلف کہا کہ "سلمان ابن الاسلام" (سلمان فرزند اسلام) حالانکہ وہ اسی کیخسرو، نوشیرواں اور رستم و سہراب والی نسل سے تعلق رکھتے تھے، خود ہندستان میں متعدد ذی علم نومسلموں نے اس تاریخ کا اعادہ کیا، راسخ العقیدہ ایرانی فضلاء نے ہمیشہ سعد بن ابی وقاص رضؓ (فاتح ایران) خالد بن الولیدؓ (فاتح شام) اور دوسرے عرب بہادروں کے کارناموں کا عظمت سے ذکر کیا، ایران کو قدیم زمانہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضؓ اور ان کے صاحبزادوں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کی ذات سے (جو نسلاً خالص عرب تھے) جو والہانہ عقیدت و شیفتگی رہی ہے اور ہے وہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی جذبہ اور اسکی بین الاقوامیت ایرانی قوم پرستی پر ہمیشہ غالب رہی اور اب بھی غالب ہے خود عربوں نے جب اسلام قبول کیا تو اُنکی تاریخ عظماء و ابطال (ہیروز) کے ناموں اور کارناموں سے بھری ہوئی تھی، لیکن انھوں نے اپنے کسی دور میں بھی اُن کے ساتھ افتخار و انتساب کا معاملہ نہیں کیا اور عرب قوم پرستی کے اس دور میں بھی اُن کو اپنا لیڈر اور قومی ہیرو نہیں بنایا گیا۔ اس موقع پر حاتم طائی اور ابن جدعان کا (جو زمانۂ جاہلیت میں فیاضی و

www.abulhasanalinadwi.org

مہمان نوازی کے لئے ضرب المثل تھے) نام لیا جا سکتا ہے، لیکن عرب کی تاریخ و ادب سے جس چیز کا ثبوت ملتا ہے وہ صرف ان کا احترام اور اُن کے کارناموں کا اعتراف ہے اور وہ بھی صرف ایک ہی صنف کمال میں یعنی فیاضی و مہمان نوازی میں جس میں ان کو شہرت و امتیاز حاصل تھا۔

سمپورنانند جی کے اس ارشاد میں کئی علمی غلطیاں اور کمزوریاں ہیں جو ان جیسے صاحب علم و فکر انسان سے بعید ہیں، ایک تو یہ کہ انھوں نے اپنے اس مشورہ اور ہندستان کی عظیم شخصیتوں کے ناموں کے انتخاب میں نسل و مذہب کو مخلوط کر دیا ہے اگر ان کو مسلمانوں کو صرف نسلی بنیاد پر اپنے اجداد کی نسبت اور ان پر فخر کرنے کا مشورہ دینا تھا تو اُن کو ایسی شخصیتوں کا انتخاب کرنا چاہیئے تھا جن کے ساتھ کوئی مذہبی دعوت یا روایت وابستہ نہ ہو، اس لئے کہ مسلمان ایک خاص عقیدہ اور دعوت رکھنے والی مذہبی ملت ہیں، اُن کے لئے کسی ایسی شخصیت پر فخر کرنے اور اس سے اپنا انتساب کرنے کی مذہبی طور پر گنجائش نہیں جو کسی دوسرے عقیدہ اور مذہب اور فلسفۂ زندگی کی داعی یا اسکی خدمت میں اپنا نام پیدا کر چکی ہو۔ ایران میں (جس کی سمپورنانند جی نے مثال دی ہے) دو قسم کی شخصیتیں پائی جاتی ہیں، ایک وہ جو کسی مذہب یا عقیدہ کے داعی یا پیشوا تھے، اور دوسرے وہ جن کی کوئی خاص مذہبی شہرت و شخصیت نہیں، البتہ ان کو انسانی کمالات میں سے کسی کمال میں خاص امتیاز حاصل تھا، ایرانی النسل مسلمانوں نے ان شخصیتوں پر کبھی فخر نہیں کیا اور نہ اُن کی طرف انتساب پسند کیا جو کسی مذہب یا فلسفہ کے بانی یا داعی تھے، مثلاً زردشت اور مزدک، ایرانی مسلمان مفکرین اور نقادان کے خیالات اور فلسفوں کی

تجدید کرتے رہے ہیں اور انھوں نے کبھی ان کا نام عقیدت مندانہ طور پر نہیں لیا، اس کے برخلاف ایرانیوں نے مانی و بہزاد اور رستم و سہراب کے کارناموں کے اعتراف اور اُن کے احترام میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا، لیکن اس میں بھی یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ان شخصیتوں کا اعتراف و احترام بھی ان کے اسی صنف کمال کے دائرہ میں محدود ہے جس میں وہ عالمگیر شہرت کے مالک ہیں یعنی مانی و بہزاد نقاش و مصوّر کی حیثیت سے، اور رستم و سہراب قوت و شجاعت کے لحاظ سے خاص احترام و عزت کے مستحق سمجھے گئے، لیکن اس کے برخلاف رام و کرشن بلند مذہبی شخصیت رکھتے ہیں اور ایک خاص مذہب و فلسفہ کے بانی یا اُن کے عظیم ترین داعیوں میں سے ہیں، اشوک اگرچہ کوئی خاص مذہبی پیشوا نہیں تھا لیکن وہ بُدھ مذہب کا پُرجوش مبلغ تھا۔ اور ہندستان سے باہر اس مذہب کی اشاعت کا سہرا اسی کے سر ہے، اسی کی بدولت بُدھ مذہب نے صدیوں ایشیا کے دُور دراز ملکوں پر حکومت کی۔

ایک نفسیاتی نکتہ اور بھی ہے جس کو سمپورنانند جی نے نظر انداز کر دیا، لیکن ہم مسلمان اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے وہ یہ کہ ہندستان میں ایک عرصہ سے قدیم برہمنی تہذیب کے احیاء اور تجدید کی باتیں جاری ہیں اور مسلمانوں کو بھی اس قدیم ہندستانی تہذیب اور فلسفۂ حیات کی طرف بازگشت کی دعوت دی جا رہی ہے، ایسے ماحول میں مسلمانوں کا ان قدیم تر اجداد پر فخر و مباہات اور ان کی طرف انتساب کی دعوت قبول کر لینا (جو اس تہذیب و فلسفہ کا نشان ہیں) مسلمانوں کی موجودہ نسل کے ملّی وجود، اسلامی خصائص اور دینی مستقبل کے لئے ایک بڑے خطرہ کی بات ہے۔ اور ان سب لوگوں کو جن کو اس نسل کا اسلامی عقیدہ اور اسلامی تہذیب عزیز ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

اس دعوت کے مقاصد اور اس کے علمبرداروں کے خلوص میں شبہ کرنے کی پوری گنجائش ہے۔ ہندوستان کی ان قدیم شخصیتوں کو جن کی پشت پر ایک تہذیب کی دعوت ہے اور جس کے احیاء کی بھرپور جد وجہد بھی آج ہو رہی ہے، ان شخصیتوں پر قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں، جو محض تاریخ و ادب اور افسانہ کی زینت ہیں، جو لوگ ایران کے رستم و سہراب کی یا یونان کے افلاطون و ارسطو کی مثال دے کر ہندوستان کی آرین نسل کے قدیم اجداد کو اپنا بزرگ و پیشوا تسلیم کرنے اور ان کی طرف فخر سے اپنا انتساب کرنے کی دعوت دے رہے ہیں، یا تو خود مغالطہ میں ہیں یا دوسروں کو مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک اور بات بھی قابل غور ہے، وہ یہ کہ سمپورنانند جی نے معلوم نہیں یہ کیوں فرض کر لیا ہے کہ ہندوستان کے نوّے (۹۰) فیصدی مسلمان (جو بقول ان کے ہندوستانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں) سب آرین نسل کے اجداد اور ناموروں کی اولاد اور جانشین ہیں، تاریخ کا ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ ہندی الاصل مسلمانوں کی زیادہ بڑی تعداد ہندوستان کی ان قدیم اقوام سے نسلی تعلق رکھتی ہے جو آریوں کے ورود ہندوستان سے پہلے اس ملک کے اصل باشندہ اور یہاں کے حکمران تھے، پھر اگر مسلمانوں کو اپنی سعادتمندی اور نسبی وفاداری ہی کا ثبوت دینا ہے تو ان قدیم اجداد کے نام کیوں نہیں لئے جاتے جو ان نو مسلم مسلمانوں کے اور جنوبی ہند و وسط ہند کی قدیم اقوام کے مورث اعلیٰ ہیں، درحقیقت ہندوستان کی تہذیب اور اقوام کو اس آرین نسل اور اسکے چند گنے چنے بااثر افراد کے ساتھ (جو ایک مخصوص دور و تہذیب کے نمائندہ تھے) اور جن سے ہندوستان کے قدیم باشندوں کو سخت

شکایات ہیں) محدود کر لینا، تاریخ کے ساتھ سخت ناانصافی اور بڑی کوتاہ نظری ہے۔

اس موقع پر اس تلخ حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ ہندوستان کے مختلف فرقوں اور عناصر میں "جذباتی ہم آہنگی" پیدا کرنے کے لئے اقلیتوں میں کام کرنے سے کہیں زیادہ اکثریت میں محنت کرنے کی ضرورت ہے، جس کو خدا نے دیکھنے والی دو آنکھیں عطا فرمائی ہیں، وہ صاف طریقہ پر دیکھ رہا ہے کہ "جذباتی ہم آہنگی" کا فقدان یا اس میں کچھ کمی ہے تو اس میں اکثریت کے طرز عمل، اس کے چھوت چھات، اس کے بے لوچ سماجی اصولوں، اور اس کے نفرت و استکبار کو بہت بڑا دخل ہے۔

جبل پور اور علی گڑھ کے واقعات نے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت کر دی کہ اکثریت کی ذہنیت میں کس قدر تبدیلی و انقلاب کی ضرورت ہے اور اس کے لئے کتنی سخت محنت اور جرأت کی ضرورت ہے، یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ جو لوگ ملک کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، وہ اکثریت کی اصلاح و تربیت کے پرمشقت اور محنت طلب کام کو چھوڑ کر اقلیت کو وعظ و نصیحت اور اس کو اخلاقی و علمی درس دینے کے آسان کام کو اختیار کر لیتے ہیں، قوموں کی جدید ذہنی تعمیر و تشکیل اور مختلف عناصر میں دیانتدارانہ و مساویانہ طریقہ پر ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے فرہاد کا جگر اور قیس کا جنون چاہیئے، سہولت پسندی محض خطابت اور یک طرفہ مشورہ دینے سے صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہو سکتی۔ حیرت کی بات ہے کہ اکثریت کا بے لاگ اخلاقی محاسبہ کرنے اور تمام مصلحتوں اور خطروں سے بے نیاز ہو کر اس کے منہ پر کلمۂ حق کہنے والے افراد بہت کم نظر آتے ہیں اور یہ کسی ملک کا سب سے بڑا خلا اور خطرہ کی نشانی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آخر میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ "جذباتی ہم آہنگی" کے لئے اس طرح کی تحریک نہ صرف غیر ضروری بلکہ مُضر ہے۔ اگر سمپورنانند جی اس ہم آہنگی کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو ایسی دعوت دی جائے جو ان کے جذبات وعقائد اور بنیادی دینی اصول کے خلاف ہے تو یہ تحریک مسلمانوں کو بجائے قریب کرنے کے اور دور کرے گی، اگر وہ دیانتداری سے اس پر عقیدہ رکھتے ہیں تو ان کا انتخاب ایسی کمیٹی کی صدارت کے لئے (جس کا کام جذباتی ہم آہنگی پیدا کرنا ہے نہ کہ شکوک وشبہات اور تلخی وشکایات کی تخم ریزی) سخت ناموزوں ہے، مسلمانوں کو موجودہ ہندستان کی خدمت اور تعمیر وترقی کا فرض انجام دینا ہے اور اس کے لئے دوسرے محبِ وطن دوستوں کے ساتھ مل کر "جذباتی ہم آہنگی" کے ساتھ اس ملک کا پایہ بلند کرنا اور نام روشن کرنا ہے اس کے لئے کسی قدیم دور، یا کسی قدیم نسل پر فخر اور اس کی طرف انتساب کی عملاً کوئی ضرورت نہیں، جدید ہندستان خود ایک حقیقت ہے جس کو تنہا ہمیں مدنظر رکھنا چاہیے، جذباتی ہم آہنگی کا تقاضا اسی جدید ہندستان کی پیداوار ہے اور یہی اس کے لئے مضبوط اور معقول بنیادیں بھی فراہم کرے گا، ان بنیادوں کی تلاش میں ماضی بعید کی طرف جانا نہ صرف عبث بلکہ سخت ضرر رساں ہے۔

مجلس کی کتابیں

پیامِ انسانیت (ہندی)

تالیف :- ... . مولانا سید ابو الحسن علی ندوی
ترجمہ :- ... . مولوی محمد امام الدین رام نگری
ہندو مسلمانوں کے مخلوط اجتماعات کی تقریریں، جس میں زندگی کے مسائل پر نئے ڈھنگ سے غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے
قیمت ... ... ۷۵ نئے پیسے

مقالاتِ سیرت

از:- ڈاکٹر محمد آصف قدوائی
ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

یہ کتاب تعلیم یافتہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے سیرت کے مختلف پہلوؤں پر سنجیدہ اور شگفتہ انداز میں لکھی گئی ہے
دورِ جدید کے لئے سیرتِ نبوی پر بہترین تحفہ
قیمت مجلّد :- چار روپئے ۵۰ نئے پیسے
تاجروں کے لئے معقول کمیشن

www.abulhasanalinadwi.org